اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾[الأنبياء ١٠٧] ''آپ تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں۔''

بلکہ آپ ﷺ کو یہود و نصاریٰ کی طرف بھی مبعوث کرنے کی صراحت موجود ہے۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿یٰۤاَهۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ نَذِیۡرٌ وَّبَشِیۡرٌ﴾[آل عمران ١٩]

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لوْ كانَ موسٰى عليه السلام حيًا مَّا وَسِعَهُ إلا اتّبَاعِيْ'' [مسند أحمد ٣/٣٨٧، الدارمي ١/١١٥، جامع بيان العلم ٢/٤٢ و حسنه الألبانيؒ] ''میری بعثت کے بعد اگر میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔'' مزید ارشاد فرمایا: ''وَالذِيْ نفسِي بيدِهٖ لا يسمعُ بِي أحدٌ مِّن هٰذِهِ الْأُمَّةِ يهوديٌّ ولا نصرانيٌّ ثمّ يموتُ ولمْ يؤمِن بِالذي أرسِلْتُ بهٖ إلا كانَ مِن أصحابِ النارِ'' [صحيح مسلم الإيمان ح:١٥٣] ''اس ذات کی قسم جس کے مبارک ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت (دعوت) کا کوئی بھی یہودی یا نصرانی جو میری بعثت کے بارے میں سن لے، پھر وہ مجھ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ جہنمی ہے۔''

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آخری زمانے میں نازل ہوں گے تو آپ علیہ السلام بھی نبی آخر الزمان ﷺ کی شریعت کے پابند اور اسی کے داعی ہوں گے۔ ''كيف بكم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم؟!'' [البخاري ح:٣٢٦٥، مسلم ح:١٥٥] ''ينزلُ عيسى مصدقا بمحمد وعلىٰ ملته'' [مسند أحمد ح:٢٠١٦٣، الطبراني ٧/٢٢١ ح:٦٩١٩، ضعفه الأرنؤط وحسنه ابن حجر في الفتح ٦/٤٧٨ وقال الألباني: إسناده صحيح لولا عنعنة الحسن] کیونکہ نبی آخر الزمان ﷺ کے مبعوث ہونے کے بعد تمام ادیانِ سابقہ منسوخ ہو چکے ہیں۔ بلکہ ان میں اتنی زیادہ تحریف بھی واقع ہو چکی تھی کہ وہ قابلِ عمل ہی نہ رہے تھے۔

ان تمام شرعی دلائل کے بعد بھی اگر کسی مسلمان سے ''وحدتِ ادیان'' کا دعویٰ صادر ہو، تو اس کا نظریہ صریح اسلام سے ارتداد شمار ہوگا۔ [تفسير الطبريؒ، ابن كثيرؒ، مجموع فتاوىٰ شيخ الإسلام ١٤/٦٨، دقائق التفسير ٣/٧٠، تفسير القرآن الكريم للبهتوي] اس فتویٰ کے مزید دلائل کے لیے اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء کے تفصیلی رسالے ''ثلاث فتاوىٰ مهمة'' [صفحه: ٧-٢٠] کا مطالعہ کیا جائے۔

حفاظتِ کلامِ الٰہی

قرآن کریم اور اس کی جمع وتدوین

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن حنیف

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ [الإسراء ١٠٦]
''اور قرآن مجید کو ہم نے متفرق نازل فرمایا تاکہ آپ اسے موقع بموقع لوگوں کو پڑھ کر سنائیں، اور ہم نے اسے بتدریج نازل فرمایا ہے۔''

''قرآن'' عربی لغت میں قَرَأَ يَقْرَأُ قِرَاءَةً وَقُرْاٰنًا کا مصدر ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ۝ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ [القيامة] ''آپ قرآن کو یاد کرنے میں جلد بازی کرتے ہوئے اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں، یقیناً اس کو (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور (آپ کی زبان پر) پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔'' علماء اسلام کی اصطلاح میں قرآن مجید کی تعریف یہ ہے: ''القرآن كلامُ اللهِ المنزَّلُ على نبيه محمدٍ ﷺ، المتعبدُ بتلاوته، المعجزُ بلفظه'' ''قرآن اللہ پاک کا کلام ہے، جو اس کے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا گیا، جس کی تلاوت عبادت ہے، جس کے الفاظ مخلوق کو مقابلے سے عاجز کرنے والے ہیں۔''

بعض علماء نے کچھ اور قیود کا اضافہ بھی کیا ہے: ''المكتوبُ في المصاحفِ، المبتدأ بسورةِ الفاتحةِ، المختتمُ بسورةِ الناسِ، منه بدأ وإليهِ يعودُ'' ''جو مصحف شریف میں لکھا ہوا مسلمانوں کے پاس موجود ہے، جس کی ابتداء سورۃ الفاتحہ سے اور جس کا خاتمہ سورۃ الناس پر ہوتا ہے۔ اس قرآن کا آغاز اسی (اللہ) سے ہوا ہے اور آخرکار اسی کی طرف لوٹے گا۔''

قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل اللہ رب العزت کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ [التوبة] ''اور اگر مشرکوں میں سے کوئی آپ کی پناہ لینا چاہے تو اس کو پناہ دے دیں یہاں تک وہ اللہ پاک کا کلام (تلاوتِ قرآن مجید) سن لے۔''

رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانے سے لے کر صحابہ اور تابعین کے زمانے تک قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے میں کسی اختلاف کا تصور ہی نہیں تھا۔ عباسی خلیفہ مأمون الرشید نے علم وحکمت کی خدمت کے

خیال سے یونانی فلسفے کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کرایا تو بہت سے لوگوں نے ایک دلچسپ جدید علم سمجھ کر اس کا مطالعہ کیا۔

ان کتابوں سے متاثر ہونے والوں نے قرآن وحدیث کو اسلافؒ کے انداز پر سمجھنے کے بجائے صفاتِ الٰہیہ میں شک، انکار اور تاویل کی راہ اختیار کی۔ اسی ضمن میں انہوں نے قرآن مجید کو ''کلام الٰہی'' ماننے سے انکار کر کے اسے اللہ کی مخلوق قرار دیا۔ ان کی منطقیانہ دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک کے لیے ''کلام'' تسلیم کرنے سے اس ذات عالی کے لیے منہ، زبان وغیرہ مخارج حروف پر مشتمل اعضائے جسمانی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ پھر ان چیزوں کو تسلیم کرنے سے اللہ کا بعض مخلوقات کے مشابہ ہونا لازم آتا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے صاف بیان کیا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ [الشوریٰ] ''اس کی طرح کوئی چیز نہیں۔''

اہل سنت صحابہ کرام ﷡ واہل بیت عظام ﷡ کے نقش قدم پر گامزن رہتے ہوئے قرآن کو کلام اللہ مانتے ہیں اور فلسفیانہ شکوک کو قرآن وسنت کی روشنی میں مسترد کرتے ہیں۔ اولاً ہر متکلم (بولنے والے) کے لیے منہ اور زبان وغیرہ ہونا لازمی نہیں ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ [الإسراء ٤٤] ''اور ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح اور حمد وثنا بیان کرتی ہے، لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔'' بعض اوقات معجزانہ طور پر اللہ پاک نے یہ تسبیح صحابہ کرام ﷡ کو سنائی بھی ہے؛ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کا بیان ہے: ''كنا نسمعُ تسبيحَ الطعامِ وهو يؤكلُ'' [صحيح البخاري كتاب المناقب باب ٢٢ علامات النبوة ح:٣٣٨٦] ''ہم کھانے کا تسبیح پڑھنا سنتے تھے جبکہ وہ کھایا جا رہا ہوتا۔''

عقل پرست اہل بدعت نے خود ساختہ شک میں گرفتار ہو کر اور اپنی ذہنیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت سے پاک ثابت کرنے کی جتن میں ''خلقِ قرآن'' کا عقیدہ ایجاد کیا، جس کی تفصیل میں خود ان کے مابین بھی اختلاف ہے:

(۱) ایک گروہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اپنی ذات سے باہر پیدا کیا، پھر اسے جبریل کے ذہن میں ڈالا۔

(۲) دوسرے فرقے کے نزدیک اللہ تعالیٰ نے قرآن کو جبریل علیہ السلام کی زبان پر ہی پیدا کیا۔

اس بنیادی اختلاف کے باوجود انہوں نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے خلیفہ وقت مأمون الرشید کو اپنے خود ساختہ عقائد کا ہمنوا بنا کر گمراہ کر دیا۔ پھر اس نے اپنا عقیدہ علمائے کتاب وسنت پر مسلط کرنے کے لیے سخت ہتھکنڈے استعمال کیے۔ دین کا کوئی مسئلہ سرکاری رعب ودبدبے اور قید وبند کے سہارے علماء دین پر لازم کرنا کسی صورت ممکن نہیں تھا،

لیکن اس نے ظلم وستم کا ہر حربہ آزمایا۔ آخر بعض علماء نے محض جان بچانے کی خاطر مختلف بہانے اختیار کر لیے۔ ایک دو افراد ایسے بھی ہیں جنہیں "توریہ" یعنی رازداری کا سلیقہ بھائی نہ دیا تو زبانی طور پر تسلیم بھی کر لیا۔ اس جبر واستبداد کے سامنے جو شخصیت کوہِ گراں بن کر ڈٹ گیا، وہ امام اہل سنت احمد بن محمد بن حنبلؒ کی ہے۔ آپؒ اس کی ہر سزا بھگتتے ہوئے یہ ارشاد فرماتے تھے: "إيتوني بآيةٍ من كتابِ اللهِ أو بحديثٍ من سنةِ رسولِ اللهِ أقولُ به" "مجھے اللہ کی کتاب سے کوئی آیت یا سنت مصطفوی سے کوئی ایک حدیث دکھلا دو، میں تسلیم کرلوں گا۔"

کلام الٰہی قرآن کے علاوہ بھی ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝﴾ [الکہف] "کہہ دیجیے اگر سمندر میرے رب کا کلام لکھنے کی سیاہی ہوتی تو وہ میرے رب کے کلمات کے اختتام سے پہلے ہی ختم ہو جاتی اگرچہ ہم اس کے برابر مزید سیاہی لاتے۔" ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ [لقمان ۲۷] "اگر روئے زمین پر موجود ہر درخت قلم ہوتا اور سمندر کے خاتمے کے بعد مزید سات سمندر بڑھائے جاتے، پھر بھی میرے رب کے کلمات لکھ کے ختم نہ ہوتے۔"

ان کلماتِ الٰہیہ میں توریت، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم وغیرہ بھی شامل ہیں۔ نیز احادیث قدسیہ بھی کلام الٰہی ہیں۔ ان سب کو قرآن کی تعریف سے نکالنے کے لیے "حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ" کا اضافہ کیا گیا۔ قرآن کی تلاوت عبادت ہے اور اس کے الفاظ بھی معجزہ ہیں۔ اس اعجاز کا اظہار تین مراحل میں تمام بنی نوع انسان وجن کو اپنے خود ساختہ حاجت رواؤں اور مشکل کشاؤں کے ساتھ شامل کر کے قرآن کی طرح کلام پیش کرنے کے چیلنج کے ذریعے کیا گیا:

{1} ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝﴾ [الإسراء ۸۸] "کہہ دیجیے اگر سارے انس وجن اس جیسا قرآن بنا لانے پر اکٹھے ہو جائیں پھر بھی وہ اس کی طرح پیش نہ کر سکیں گے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔"

{2} ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝﴾ [ھود ۱۳] "کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود گھڑ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے پھر تم اس کی طرح دس سورتیں گھڑ کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم مدد کے لیے بلا سکو بلاؤ، اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔"

{3} ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [البقرة ٢٣] "اور اگر تم لوگ اس چیز کے بارے میں شک میں ہوں جسے ہم نے اپنے بندے پر نازل فرمایا ہے تو اس کی طرح ایک ہی سورہ بنا کر پیش کرو اور اللہ پاک کے سوا اپنے شریکوں کو بھی مدد کے لیے بلاؤ اگر تم سچے ہوں۔"

تاریخ شاہد ہے کہ بعض سرپھرے شعراء وادباء نے اس چیلنج کو قبول کرنے کی کوشش کی تو انتہائی تگ ودو کے بعد دنیا کے سامنے مسخرہ بن گئے۔ داهيةُ العَرَبِ عمرو بن العاص، مسیلمہ کا دوست تھا۔ عمرو نے اس سے کہا: تم اپنی وحی کی کچھ عبارت مجھے سناؤ۔ مسیلمہ نے کہا: مجھ پر بھی ایک سورة الفيل نازل ہوئی ہے: [الفيلُ ۔ ما الفيلُ ۔ وما أدراكَ ما الفيلُ ؟ له خرطومٌ طويلٌ ۔ ولهٗ ذيلٌ قصيرٌ۔] "ہاتھی! ہاتھی کیا چیز ہے؟ اور تمہیں کیا پتہ ہاتھی کیسی چیز ہے!! اس کی ناک لمبی ہے۔ اور اس کی دم چھوٹی ہے۔" یہ سن کر عمرو نے کہا: "واللهِ يا مسيلمةُ إنكَ تعلمُ بأنّي أعلمُ أنّكَ كذّابٌ"

منسوخ تلاوت آیات کو "قرآن" کی تعریف سے خارج کرنے کے لیے المكتوبُ في المصاحفِ بڑھایا گیا ہے، سورتوں کی توقیفی ترتیب کو مدنظر رکھتے ہوئے المبتدأُ بسورةِ الفاتحةِ المختتمُ بسورةِ الناسِ کا اضافہ کیا گیا اور قربِ قیامت کی ایک اہم آخری نشانی کی یاددہانی کراتے ہوئے منه بدأ وإليهِ يعودُ بھی شامل کیا گیا ہے۔

نزولِ قرآن مجید:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ [البقرة] "رمضان المبارک وہ مقدس مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا۔" ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾ [الدخان ٣] "یقیناً ہم نے اس کو نہایت بابرکت رات میں نازل فرمایا ہے۔" ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر] "بے شک ہم نے اس کو انتہائی قدر و منزلت والی رات میں نازل فرمایا ہے۔" نیز احادیث شریفہ اور تاریخ میں متواتراً ثابت ہے کہ قرآن کریم مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا ہے۔ بعض علماء نے ان حقائق میں تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کے نزول کا آغاز ماہ رمضان المبارک میں شب قدر میں ہوا۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نزول قرآن دو مرحلوں میں ہوا ہے۔ ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ [البروج ١١] "رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "كتبَ اللّٰهُ مقاديرَ الخلائقِ قبلَ أن يخلقَ السماواتِ والأرضَ بخمسينَ ألفَ سنةٍ" [متفق عليه] "اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی

پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں۔" لوح محفوظ میں قرآن مجید بھی درج ہے۔ ﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ﴾ [الواقعة ٧٥] حضرت ابن عباس ؓ کی وضاحت کے مطابق آیات مذکورہ کا مطلب ہے کہ لیلۃ القدر میں پورا قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا کے بیت العزت میں نازل ہوا ہے۔

نزول قرآن کے اس پہلے مرحلے کی جو حکمت علماء کی سمجھ میں آئی وہ ہے: آسمانی مخلوق پر قرآن مجید کی عظمت کو ثابت کرنا۔ حدیث شریف میں ہے: "إنّ اللہ إذا قضی أمرًا في السماءِ فزِعَ أهلُ السماواتِ ﴿حَتّٰٓى إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَا ذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝﴾" [سبأ ٢٣] "بیشک اللہ تعالیٰ جب آسمان میں کوئی فیصلہ صادر فرماتا ہے، تو آسمانی مخلوق پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے دلوں کو قرار آتا ہے تو وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں: آپ کے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ جواب میں کہتے ہیں: حق ہی ارشاد فرمایا ہے، اور وہی نہایت بلندی اور بڑائی والا ہے۔" "أطّتِ السماءُ وحُقَّ لها أن تئطَّ، ما فيها موضعُ أربعةِ أصابعَ إلا وملكٌ ساجدٌ للہِ أو راكعٌ" [الترمذي ٢٣١٢ وحسنه الألباني] "آسمان چڑ چڑایا، اور اس کو حق تھا کہ چڑ چڑاتا، اس میں کہیں بھی چار انگل کی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ سجدے میں یا رکوع میں مصروف نہ ہو۔"

نزولِ قرآن کا دوسرا مرحلہ

آغازِ نزولِ وحی سے حکمت الٰہیہ اور حالات کے تقاضوں کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے قلب شریف پر قرآن مجید رفتہ رفتہ نازل ہوتا رہا۔ ارشادِ الٰہی ہے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝﴾ [الشعراء ١٩٣-١٩٥] "اسے امانت دار روح (جبریل) لے کر اترا۔ آپ کے دل پر، تاکہ آپ (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرانے والے بن جائیں۔ واضح عربی زبان میں۔" ﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝﴾ [الإسراء ١٠٦] "اور قرآن مجید کو ہم نے متفرق طور پر اتارا، تاکہ آپ اس کو لوگوں پر رفتہ رفتہ پڑھ کر سنائیں اور ہم نے اسے خوب تدریج کے ساتھ ہی نازل فرمایا ہے۔" ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۝ كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝﴾ [الفرقان ٣١-٣٢] "اور کافروں نے کہا کیوں نہ اس قرآن کو ایک ساتھ اتارا گیا۔ اسی طرح (ہی ہم نے نازل فرمایا) ہے، تاکہ ہم اس کے ذریعے آپ کے دل کو تسلی بخشیں، اور ہم نے اس کو وقفے وقفے سے نازل فرمایا۔"

جمع القرآن

﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴾ [الحجر ١٤] ''یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو نازل فرمایا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت فرمانے والے ہیں۔'' اس آیت کریمہ میں اس ''نصیحت'' کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العلمین نے خود لی ہے، جسے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل فرمایا ہے۔

کتابِ الٰہی میں قرآن مجید کو زیادہ تر دو ناموں سے ذکر کیا گیا ہے: قرآن اور کتاب۔ ان دونوں اسماء شریفہ میں حفاظت قرآن کے دونوں اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ ہے: ''قرآن'' قراءت کے معنی میں مصدر ہے۔ اس سے پڑھ کر ''حفظ فی الصدور'' سینوں میں محفوظ کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ ''کتاب'' کتابت سے اسم ہے، اس اسم شریف میں تحریری شکل میں یکجا اور ترتیب وار محفوظ کرنے کی جانب اشارہ ہے۔

{1} حفظ فی الصدور: بنی نوع انسان میں سے قرآن مجید کا پہلا حافظ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خود ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ ۝ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَقُرۡاٰنَہٗ ۝ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَہٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَیۡنَا بَیَانَہٗ ﴾ [القیامۃ] ''آپ اسے یاد کرنے میں جلد بازی کرتے ہوئے اپنی زبان کو نہ ہلائیے۔ یقیناً اس کو (آپ کے سینے میں) جمع کرنا اور (آپ کی زبان پر) پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم اسے پڑھیں تو آپ اس کے بعد پڑھا کریں۔ پھر (وحی خفی یعنی احادیث کے ذریعے) اس کی وضاحت بھی ہماری ذمہ داری ہے۔''

صحابہ کرام اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے کتاب وسنت کی تعلیم اور عملی تربیت وتزکیہ کا شرف پا کر ہدایت وتوفیق کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ ان کو ایک ایک آیت کریمہ کے علم سے بے پناہ خوشی وراحت میسر آتی تھی۔ ان ابتدائی طبقوں کے لوگوں کو اللہ رب العزت نے زبردست قوتِ حافظہ سے بھی حظ وافر عنایت فرمایا تھا۔ اس لیے صحابہ کرام ؓ میں حفاظِ قرآن مجید کی بہت بڑی تعداد تھی۔ اس کثرت کا اظہار کئی مواقع پر لفظ صریح کے ساتھ وارد ہوا ہے:

(۱) بئر معونہ کے واقعے میں ستر حفاظِ کرام ؓ دھوکے سے شہید کیے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے لگاتار مہینہ بھر ان دھوکہ بازوں پر بددعا فرمائی۔

(۲) حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے تینوں اقسام کے مرتدین سے بیک وقت جہاد کر کے فتنہ ارتداد کا خاتمہ کر دیا۔ ان جنگوں میں مشکل ترین معرکہ مسیلمہ کذاب کے خلاف برپا ہوا، جب بنو حنیفہ نے میدانِ جنگ میں شکست کھا کر

حدیقة الموت میں پناہ لی۔ اس معرکے میں فتح پانے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سے عرض کیا:

''إنهُ قد استحرَّ القتلُ في القراءِ وإنهُ لو استمرَّ الأمرُ على ذلک إني أخافُ أن يضيعَ قرآنٌ كثيرٌ'' ''بیشک معرکے میں بہت سے قراءِ قرآن (حفاظ) شہادت سے ہمکنار ہوئے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہے تو مجھے خطرہ ہے کہ ہم کہیں قرآن مجید کے ایک بڑے حصے سے محروم نہ ہو جائیں۔''

{1} حفظ فی السطور کے تین مراحل تھے:

(۱) پہلا مرحلہ: دورِ نبوت میں جب بھی وحی نازل ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کاتبین وحی میں سے کسی کو بلا لیتے اور فرماتے: ''ضع هذه الآيةَ بعدَ آيةِ كذا في السورةِ التي يذكرُ فيها كذا وكذا'' [الترمذي] ''اس آیت کو فلاں آیت کے بعد اس سورہ میں درج کرو جس میں فلاں فلاں چیز کا ذکر ہے۔'' کاتبین وحی تقریباً چالیس تھے۔

''فكانوا يكتبونَ في العسبِ واللخافِ والأكتافِ والأقتابِ والجلودِ'' [تاريخ القرآن الكريم ۲۱/۱، مباحث في علوم القرآن ۱۲٤/۱] ''وہ کھجور کی چھالوں، باریک ہموار پتھروں، حیوانی کندھے کی ہڈیوں، ہل کی چوڑی لکڑیوں اور چمڑوں پر تحریر کرتے تھے۔'' یہ چیزیں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس محفوظ تھیں۔

(۲) دوسرا مرحلہ: جنگ ارتداد کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بہت سارے حفاظِ قرآن رضی اللہ عنہم کی شہادت کے بعد قرآن کا کچھ حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ قرآن مجید کو ترتیب وار اکٹھے کرنے کا اہتمام کریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سنت نبوی کے پروانے تھے۔ انہوں نے جواب دیا: ''كيف أفعلُ ما لم يفعلْه رسولُ اللّٰهِ ﷺ'' ''میں وہ اقدام کیسے کروں جو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا؟!''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''هو واللّٰهِ خيرٌ'' ''اللہ پاک کی قسم یہی بہتر ہے۔'' آپ بار بار انہیں تأکید کرتے رہے حتی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے قائل ہو گئے۔ پھر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا: ''آپ کاتبین وحی میں سے ہیں، جوان اور ذہین و فطین ہیں، ہمیں آپ پر کسی قسم کی شکایت نہیں۔ لہٰذا آپ قرآن مجید کو جمع کرنے کی ذمہ داری نباہ لیں۔''

انہوں نے بھی وہی عذر پیش کیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ آخر کار وہ قائل ہو گئے۔ انہوں نے اپنی احساسِ ذمہ داری کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ''فواللّٰهِ لو كلفوني نقلَ جبلٍ من الجبالِ ما كانَ أثقلَ عليَّ مما أمرني به من جمعِ القرآنِ'' ''اللہ کی قسم اگر وہ مجھے کسی پہاڑ کو دوسری جگہ لے جانے کا حکم دیتے تو یہ بھی مجھ پر قرآن مجید کو جمع

کرنے کے حکم سے زیادہ مشکل نہ ہوتا۔" آخر انہوں نے اس عظیم کام کا بیڑا اٹھایا۔اور تحریری دستاویزات اور زبانی یادداشتوں سے قرآن مجید کو جمع کرنے کا آغاز کیا اور اس عظیم کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

یہ مصحف حضرت ابوبکر صدیق ﷛ کی حفاظت میں رہا، آپ کی وفات پر حضرت عمر فاروق ﷛ کی تحویل میں رہا۔ اس کے بعد حضرت ام المؤمنین حفصہ ؓ کے پاس رہا۔[صحيح البخاري ح:٤٤٠٢، ٤٧٠١، ٦٧٦٨]

حضرت زید بن ثابت ﷛ اتنے ذہین وہشیار تھے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو میثاقِ مدینہ کی رو سے یہودیوں کے ساتھ خط وکتابت کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر سریانی زبان پندرہ دنوں میں سیکھ لی۔

حضرت زید بن ثابت ﷛ حافظ قرآن تھا۔ انہوں نے شرط رکھی کہ: (۱) کوئی صحابی آیت زبانی سنائے۔ (۲) تحریری شکل میں پایا جائے۔ (۳) اس تحریر سے متعلق دو گواہ پیش ہوں کہ یہ تحریر واقعی دورِ نبوت کی ہے۔

حضرت زید بن ثابت ﷛ کا بیان ہے کہ پورا قرآن مجید ان شروط کے مطابق مرتب کر لی۔ البتہ سورة التوبة کی آخری دو آیات اور سورة الأحزاب کی ایک آیت (تحریر شدہ) صرف حضرت خزیمة بن ثابت ﷛ کے پاس پائیں۔ لیکن حسن تقدیر سے رسول اللہ ﷺ نے ان کی گواہی کو دو گواہوں کے برابر قرار دے رکھا تھا۔ اس طرح ۱۲ھ میں یہ اہم ترین مہم کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

(۳) تیسرا مرحلہ: ۲۵ھ دورِ عثمانی میں حضرت حذیفہ بن الیمان ﷛ اہل عراق کے ساتھ ارمینیہ اور آذربیجان کی فتوحات میں شریک تھا۔ انہوں نے اس جہادی سفر کے دوران نومسلموں کو قرآنی لہجات کے بارے میں اختلاف کرتے دیکھا۔ سفر سے واپسی پر سیدھے حضرت عثمان ﷛ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: **يا أميرَ المؤمنينَ! أدركْ هذهِ الأمةَ قبلَ أن يختلفوا في الكتابِ اختلافَ اليهودِ والنصارىٰ** اس پر حضرت عثمان ﷛ نے ام المؤمنین حفصہ ؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کی تحویل میں جو مصحف ہے ہمارے پاس بھیج دیں؛ تاکہ ہم اس کی کاپیاں بنا سکیں، پھر ہم اصل نسخہ آپ کو واپس کر دیں گے۔ پھر آپ نے حضرات زید بن ثابت ﷛، عبداللہ بن الزبیر ﷛، سعید بن العاص ﷛ اور عبدالرحمٰن بن الحارث بن ھشام ﷛ کو مصحف صدیقی کی کاپیاں تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا: "اگر اندازِ تحریر میں کہیں آپ لوگوں کا زید بن ثابت ﷛ سے اختلاف ہو جائے تو قریش کی لغت پر تحریر کرو؛ کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔" اس طرح تیار شدہ نسخے حضرت عثمان ﷛ نے صوبوں میں ارسال کر دیے۔[صحيح البخاري كتاب فضائل القرآن باب ٣ جمع القرآن، ح:٤٧٠٢] یہ ۲۵ھ کا واقعہ ہے۔

ترتیبِ قرآن مجید:

آیاتِ قرآنیہ کی ترتیب کے توقیفی ہونے پر امت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ البتہ سورتوں کی ترتیب کے بارے میں ایک دوسری رائے بھی ہے، یعنی بعض علماء نے صحابہ کرام ﷺ کا اجتہاد قرار دیا ہے۔ اگر چہ صحابہ کرام ﷺ کا اجتہاد، پھر اس اجتہاد پر ان کا اتفاق اعلیٰ درجے کا "اجماع" ہے۔ اور اجماع بذاتِ خود ایک زبردست حجت ہے۔ لیکن اکثر محقق علمائے اسلام کے نزدیک سورتوں کی ترتیب کا بھی توفیقی ہونا ہی راجح ہے۔

حفاظتِ قرآن مجید:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ Y﴾ [الحجر ٩] "یقیناً ہم نے ہی اس نصیحت کو نازل فرمایا ہے اور بلا شبہ ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" آیت کریمہ میں بیان کردہ "نصیحت" لازمی طور پر قرآن مجید اور اس کے معانی یعنی حدیث شریف دونوں پر مشتمل ہے۔ جیسے کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ Y﴾ [النحل ٤٤] "اور ہم نے یہ نصیحت آپ کی طرف نازل فرمائی ہے؛ تاکہ جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ہے آپ لوگوں کے لیے اس کی وضاحت کریں اور وہ غور و فکر بھی کریں۔"

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور اس کے معانی یعنی حدیث شریف کی بھی حفاظت فرمائی ہے، تاکہ لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری دین قائم و دائم رہے اور قیامت تک طالبانِ ہدایت کو اس سے رشد و ہدایت برابر حاصل ہوتی رہے۔

منکرین سنت نبویہ کا ایک شبہ: اگر سنت نبوی بھی قرآن مجید کی طرح حجت ہوتی، تو اس کی بھی حفاظت ہوتی۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ نے سنت نبوی کی تدوین سے منع فرمایا ہے۔

جواب: ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ Y﴾ اس حفاظت الٰہی کے قرآن مجید کے ساتھ خاص ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ "ذکر الٰہی" قرآن مجید و حدیث شریف دونوں پر مشتمل ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اِذَا نُوۡدِیَ اِلَی الصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ﴾ [الجمعة] "جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف اہتمام سے جاؤ۔" یعنی خطبہ جمعہ سننے کے لیے بروقت مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرو۔ ظاہر ہے کہ مسنون خطبہ جمعہ قرآن مجید اور حدیث شریف کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کا نام ہے۔

البتہ اس ذکر الٰہی کی حفاظت کا طریقہ مختلف ہوا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظِ مبارکہ بھی معجزہ ہیں اور اس

کے الفاظ بالکل محدود ہیں؛ جبکہ حدیث نبوی کے الفاظ معجزہ نہیں اور روایت بالمعنی کے جواز کی وجہ سے لامحدود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سنت نبوی کی حفاظت کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ ارشادِ نبوی ہے: "**نضر اللّٰهُ امرأ سمع مقالتي فحفظَها ثم أدّاها كما سمعَها**" [متواتر] "اللہ پاک اس شخص کو رونق عطا فرمائے جس نے میری حدیث کو سن لیا، تو اس کو یاد کیا، پھر جیسے سنا تھا اسی طرح آگے پہنچا دیا۔" اس بشارت آمیز دعائے نبوی کی وجہ سے صحابہ کرام ﷺ نے حدیث نبوی کو یاد کرنے اور آگے اس کی تعلیم دینے کا خوب اہتمام کیا۔

حدیث ابی سعید الخدری ﷺ میں کتابت حدیث سے منع فرمایا گیا ہے: "**لا تكتبوا عنّي ، ومنْ كتبَ عنّي غيرَ القرآنِ فليمحُهُ**" [صحيح مسلم ح:٧٧٠٢] "مجھ سے (قرآن کے سوا) کچھ نہ لکھا کرو، اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ لکھا ہو تو اس کو مٹا دے۔" اس مرفوع حدیث میں اشارہ ہے کہ حدیث نبوی کو قرآن کے ساتھ اس طرح لکھنا جائز نہیں ہے، جس سے قرآن وحدیث میں اختلاط کا اندیشہ ہو۔ کسی بھی اہل علم وایمان نے اس سے "حجیت حدیث" کی نفی مراد نہیں لی ہے۔

اس کے مقابلے میں بہت ساری احادیث میں کتابت حدیث نبوی کی اجازت اور حکم بھی ثابت ہے۔ نیز اصحابِ کرام ﷺ سے لے کر متأخر زمانے تک لگاتار اہل ایمان، علم حدیث کو احاطہ تحریر میں لاتے رہے ہیں۔ {1} حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے پاس نصابِ زکاۃ سے متعلق تفصیلی حدیث تحریر شدہ موجود تھی۔ {2} میثاقِ مدینہ لکھوائی گئی۔ {3} صلح حدیبیہ کی شرائط رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ﷺ کو املا کر کے لکھوائیں۔ {4} حضرت علی ﷺ نے اپنی تلوار کی میان میں احادیث نبویہ کا ایک مجموعہ رکھا ہوا تھا۔ [متفق عليه] {5} فتح مکہ پر رسول اللہ ﷺ کا خطبہ سن کر حضرت ابوشاہ یمنی ﷺ نے عرض کیا کہ مجھے یہ جامع خطبہ لکھ کر دیا جائے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**اكتبوا لأبي شاه**" [البخاري] "ابوشاہ کو لکھ کر دے دو۔" {6} رسول اللہ ﷺ نے شاہانِ وقت کو خطوط کے ذریعے دین اسلام کی دعوت پیش فرمائی۔ [متفق عليه]

{7} حضرت ابوہریرہ ﷺ کہتے ہیں: صحابہ کرام ﷺ میں مجھ سے بڑھ کر احادیث کسی کو یاد نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو ﷺ کے، اس لیے کہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ [البخاري] حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ کی کتاب **الصحيفة الصادقة** کو آپ کے پوتے عمرو بن شعیبؒ نے عن أبيه عن جده کی سند سے روایت کیا ہے۔ آپ ﷺ کا بیان ہے کہ میں احادیث نبویہ اہتمام سے لکھتا تھا، پھر بعض لوگوں نے اعتراض کیا: تم رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات لکھتے ہو، حالانکہ آپ ایک انسان ہیں، کبھی رضامندی میں اور کبھی ناراضگی میں بھی بات کرتے ہیں۔ یہ سن کر لکھنا چھوڑ دیا، پھر

شوق بڑھا تو رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کی بات سے آگاہ کر کے آپ سے اجازت مانگی؛ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اكتبْ فوَالذي نفسي بيدهِ ما يخرجُ منه إلا حقٌّ وأشار إلى لسانه ﷺ" [أحمد ح: ٦٥١٠، أبوداؤد ح: ٣٦٤٦]

{8} بعد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود بھی لکھنا شروع کیا۔ آپ کی کتاب **الصحيفة الصحيحة** ہمام بن منبہ کی روایت سے مشہور ہوئی۔

کتب حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی احادیث سے زیادہ ہیں۔ امام ابن حجرؒ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: (۱) اگرچہ احادیث کے حصول میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا نمبر آگے تھا؛ لیکن ان پر کثرتِ عبادت کا شوق غالب تھا؛ جبکہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا شوق نمایاں تھا۔ (۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ نبویہ میں رہے، جہاں لوگوں کو حصول علم حدیث سے بہت زیادہ لگاؤ تھا؛ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مصر میں رہے، جہاں اس علم کی طرف میلان زیادہ نہ تھا۔ (۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث سننے کا کام جاری رکھا اور ساری زندگی صرف اسی علم کی خدمت میں جتے رہے؛ جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسرائیلی روایات و حکایات میں بھی دلچسپی لی، اس وجہ سے بعض تابعینؒ ان کی روایات میں زیادہ احتیاط برتنے لگے۔ (۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے خصوصی دعا بھی فرمائی ہے۔

احادیث نبویہ کی تحریر سے ممانعت سے متعلق بعض علماء کہتے ہیں: اگر اس دور میں تمام فرامین نبویہ کو بھی لکھنے کا حکم فرماتے تو حسب ضرورت لکھائی کا سامان دستیاب نہ ہوتا۔ اس لیے اہل ایمان پر شفقت کرتے ہوئے انہیں حدیثیں تحریر کرنے کی زحمت نہیں دی گئی۔

دورِ تابعین میں کتابت حدیث:

{1} حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں علم حدیث کے بلند ترین امام حضرت محمد بن مسلم بن شہاب الزھریؒ کو باقاعدہ کتابت حدیث نبوی کا حکم صادر فرمایا۔ {2} ھشام بن حسانؒ (ت: ۱۴۸ھ) نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا۔ {3} معمر بن راشدؒ (ت: ۱۵۴ھ) نے **الجامع** تحریر کی۔ {4} سفیان ثوریؒ نے بھی **الجامع** لکھی۔ {5} عبدالملک ابن جریجؒ نے بھی ایک کتاب لکھی۔

منکرین سنت نبویہ کا دوسرا شبہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بلا استثناء ہر چیز بیان فرمائی ہے؛ لہٰذا سنت نبویہ کی

ضرورت نہیں۔ان کا استدلال درج ذیل ہے: {1} ﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل ۸۹] ''اور ہم نے آپ پر ہر چیز کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب نازل فرمائی ہے۔''

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آیت میں ''کتاب'' سے مراد صرف ''قرآن مجید'' ہو تو وہ اپنے ''بیان'' کے ساتھ واقعی دین اسلام میں ہر چیز کی وضاحت کرتی ہے۔جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [النحل ۴۳] ''اور ہم نے یہ ''ذکر'' آپ کی طرف نازل فرمائی ہے؛ تاکہ آپ جو کچھ لوگوں کے لیے نازل فرمایا گیا ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔'' پس سیرتِ نبوی کا اسوۂ حسنہ قرآن مجید کی قولی وعملی تفسیر ہے، جو باذنِ الٰہی قرآن مجید کے احکام کی وضاحت کرنے والی ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ بالا میں ''کتاب'' سے مراد ہے: ''قرآن مجید اور سنت نبوی کا مجموعہ''۔اگر صرف قرآن مجید مراد لیا جائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس میں شریعت کے تمام ضروری اصول وقواعد بیان کیے گئے ہیں۔

{2} ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''ہم نے کتاب میں کوئی کمی، کوتاہی نہیں رکھی ہے۔''

جواب یہ ہے کہ آیت کا سیاق وسباق وضاحت کرتا ہے کہ اس جگہ ''کتاب'' سے مراد قرآن مجید نہیں؛ بلکہ ''لوحِ محفوظ'' ہے۔فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ [الأنعام ۳۸] ''اور زمین میں جو بھی چلنے والا جانور ہے اور اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ، مگر وہ سب بھی تمہاری طرح کی مخلوق جماعتیں ہیں۔ہم نے لوحِ محفوظ میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔''

کتاب وسنت اسلام کی اساس ہے، ان سے دوری گمراہی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تركتُ فيكم أمرين لنْ تضلوا ما تمسكتم بهما: كتابُ اللهِ وسنتِي'' [مؤطا كتاب القدر ح:۱۵۹٤، التمهيد ح:۳۲ (۳۳۱/۲٤)] ''میں نے تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھام رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے: اللہ کی کتاب اور میری سنت''

دوسری حدیث میں ارشاد ہے: ''ألا إني أوتيتُ القرآنَ ومثلَهُ معهُ'' [مسند أحمدؒ ح:۱۷۲۱۳، ۱۷۱۷٤ عن المقدامؓ بن معديكرب] ''خبردار! مجھے قرآن مجید دیا گیا ہے اور اس کی طرح (حجت) اس کے ساتھ''

دشمنانِ اسلام کو جہاد فی سبیل اللہ میں شکست فاش ہوئی۔حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں دنیا کی دونوں سپر پاور فتح ہوئے۔تو ان حکومتوں کے خیر خواہوں نے اس شکست کا انتقام لینے کے لیے اسلام کے خلاف سازش کی خاطر